کوہِ گراں تھے ہم

حافظ یوسف سراج میاں چنوں

فطرت کچھ لوگوں کی تخلیق ہی اس لئے کرتی ہے کہ وہ بھٹکے ہوئے مسافروں کی راہنمائی کا فریضہ سرانجام دیں، وہ بکھرے ہوئے گلابوں کو یکجا کر کے گلدستۂ مہرو وفا ترتیب دیں۔ وہ تڑپتے ہوئے دلوں کو دستِ مسیحا عطا کریں۔ جو آئیں تو زمانہ سر جُھکا کے ان کا استقبال کرے۔ جو اٹھیں تو ہمالیہ کی بلندیاں ان کے ہمرکاب ہو چلیں، جو رکیں تو گردشِ دوراں ٹھہری ہوئی محسوس ہو۔ جو قدم بڑھائیں تو کوئی روکنے کی تاب نہ پا سکے وہ لوگ کہ ؎

جو رکے تو کوہ گراں تھے ہم جو چلے تو جاں سے گزر گئے
رہِ یار ہم نے قدم قدم تجھے یادگار بنا دیا

یہ ایسے لوگ ہوتے ہیں جو اپنی دنیا آپ بناتے ہیں۔ جو خزاؤں سے گزر جائیں تو فصل بہار انگڑائیاں لے اٹھے۔ اپنی ذات میں انجمن یہی لوگ قوموں کی زندگی میں خزینۂ بے بہا ہوتے ہیں، زمانہ انہی لوگوں کو سلام کرتا ہے۔ تاریخ انہی لوگوں کی عظمت و تقدیس میں سجدہ ریز ملتی ہے۔ یہ لوگ بات کریں تو منہ سے گلاب جھڑتے ہیں۔ جو چپ رہیں تو سکوتِ لالہ و گل کو شرما دیں۔ جان و دل عزیز تر لئے پھرتے لوگوں میں یہ لوگ جان ہتھیلی پہ لے کے نکلتے ہیں۔ خوف کی زمینوں پہ یہ جان فروشی کی وہ انمٹ داستانیں رقم کرتے ہیں کہ زمانہ انگشت بدنداں رہ جاتا ہے۔ لکیر کے فقیر لوگوں میں یہ یوں اٹھتے ہیں کہ ؎

پیرویِ قیس نہ فرہاد کریں گے
ہم اور ہی اندازِ جنوں اختیار کریں گے

سچ کہا کہنے والے نے کہ "مردان اولو العزم کا وصف خصوصی اور نشان امتیاز یہی ہے کہ ان کی لغت میں ناممکن کا لفظ نہیں ہوتا ناممکن کی سنگلاخ اور بے آب چٹانوں پر ممکنات کے گلابوں کی معجزانہ کشت کے دوران ہی ان کے جوہر کھلتے ہیں"۔

اسی ملا کا وہ اک سچ اور لاجواب موتی تھا کہ جو بولتا تو زمانے کی نبض ٹھہر جاتی جو گفتگو کرتا تو الفاظ قطار باندھے اس کے دیار میں موجود ہوتے۔ وادیِ خطابت کی روشوں پہ اس نے یوں چہل قدمی کی کہ تاریخ کے سینے میں آج بھی وہ اک آواز بن کے زندہ ہے اور زندہ رہے گا۔ وہ کہ دربارِ حرم میں جب پہلی بار حرم کی بتیاں گل کر دی گئیں تو وہ غم سے چیخ اٹھا کہ وہ خانۂ خدا جس کی ضیا پاشیوں سے کائنات کی تاریکیاں چھٹ گئیں، داغ اجالوں میں بدل گئے۔ کونہ کونہ خیاباں خیاباں ارم ہو گیا آج اس خانۂ خدا کو تاریکی میں بسا دیا گیا۔ وہ اٹھا پاکستانی ور عجمی ہونے کے باوجود عربی زبان میں یوں [illegible] سسکیوں اور آہوں سے [illegible] داغ نمایاں [illegible] چکا تو بات [illegible] ولولہ تازہ [illegible] کہ [illegible] اور آہوں کا سیلاب تھمنے میں نہ آتا تھا۔ پھر عرب اس پہ ٹوٹ پڑے شدتِ عقیدت میں اس کے بوسے لئے پھر اسی ہجوم [illegible] سے ایک اپاہج شخص کو دو جوان آگے [illegible] اس کی پیشانی چودھویں کے چاند کی مانند دمک

جانے کیسے کم عقل اور حواس باختہ لوگ ہیں جو دینی مدارس کو گنوار اور اپاہج و معذور لوگوں کا مسکن سمجھتے ہیں۔ اسکول و کالج کی تاریخ اگر تاب رکھتی ہے تو کوئی ایک فرد ایسا لائے کہ جس کے مدرسہ دینیہ سے فیض حاصل نہ کیا ہو اور وہ میرے کسی بھی دین حنیف سے مزین فرد کا مقابلہ کر پائے

شٹل کاک کی طرح دینی مدارس کیخلاف زبان چلانے والے وزیر داخلہ سے میرا قلم سرتاپا سوال ہے کہ کوئی ہے ایسا جس نے احسان کی مانند اس قدر ذہانت دکھلائی ہو کہ بین الاقوامی سطح کی یونیورسٹی میں 99% نمبر حاصل کئے ہوں۔ جس نے نو برس کی عمر میں قرآن مقدس کو سینے میں اتار لیا ہو۔ جس کو اردو ہی نہیں عربی اور فارسی کے ہزاروں اشعار ازبر ہوں نہیں ہوسکتا کہ کوئی کہاں سے ہمارا جواب لائے گا

رہی تھی وہ قریب پہنچا تو دریافت کیا "من این" (کہاں سے؟) بتایا گیا "پاکستان سے"

پاکستان سے اس نے تعجب سے دہرایا "ہاں پاکستانی ایسے ہی باکمال ہوتے ہیں۔ وہ دوبارہ گویا ہوا۔

جوان لوگ مجھے کہتے ہیں کہ میں عالم عرب کا سب سے بڑا خطیب ہوں لیکن میں تمہیں کہتا ہوں کہ تم مجھ سے بھی بڑے خطیب ہو۔ یہ کون تھا؟

جس وہ عالم عرب کے نامور خطیب ڈاکٹر مصطفی سباعی اپنے سے بھی بڑا خطیب قرار دے رہے تھے۔ وہ تئیس سالہ [illegible] نوجوان تھا جس نے پرائمری کے بعد سکول کا منہ نہ دیکھا اور دین مصطفی کی خوشہ چینی کرتے کرتے جو مدینۃ الرسول میں جا پہنچا۔ جانے کیسے کم عقل اور حواس باختہ لوگ ہیں جو دینی مدارس کو گنوار اور اپاہج و معذور لوگوں کا مسکن سمجھتے ہیں۔ اسکول و کالج کی تاریخ اگر تاب رکھتی ہے تو کوئی ایک فرد ایسا لائے کہ جس کے مدرسہ دینیہ سے فیض حاصل نہ کیا ہو اور وہ میرے کسی بھی دین حنیف سے مزین فرد کا مقابلہ کر پائے۔ شٹل کاک کی طرح دینی مدارس کیخلاف زبان چلانے والے وزیر داخلہ سے میرا قلم سرتاپا سوال ہے کہ کوئی ہے ایسا جس نے احسان کی مانند اس قدر ذہانت دکھلائی ہو کہ بین الاقوامی سطح کی یونیورسٹی میں 99% نمبر حاصل کئے ہوں۔ جس نے نو برس کی عمر میں قرآن مقدس کو سینے میں اتار لیا ہو۔ جس کو اردو ہی نہیں عربی اور فارسی کے ہزاروں اشعار ازبر ہوں نہیں ہوسکتا کہ کوئی کہاں سے ہمارا جواب لائے گا اور

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

جی ہاں یہ علامہ احسان الٰہی ظہیر ہی ہیں کہ جنکی خطابت، حق گوئی و بے باکی، سرفروشی و جانثاری زہد و تقوی اور دینداری کا اک زمانہ معترف ہے وہ کہ جس نے حرم کعبہ میں جہاد کے موضوع پہ لب کھولے تو مجمع میں آگ لگا دی۔ ولولوں کو تازیانے لگا کر ایسا مہمیز کیا کہ بپھرے ہوئے انسانوں کو سنبھالنا حکومت کیلئے مسئلہ بن گیا وہ ابھی تقریر سے فارغ ہو کر یونیورسٹی پہنچے ہی تھے کہ سعودی سی آئی ڈی کا فرستادہ آن پہنچا اور کہا کہ اس طالب علم کو آئندہ حرم نبوی یا کسی دوسرے مقام پر جنگ کے موضوع پر

> **میں خود بھی فن خطابت میں بہت زیادہ دسترس رکھتا ہوں مگر میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ احسان الٰہی اگر تم آئندہ سے خطابت چھوڑ بھی دو تو تمہاری صرف اس ایک تقریر سے تمہیں برصغیر پاک و ہند کے چند بڑے خطیبوں یں شمار کیا جائیگا" (آغا شورش کاشمیری)**

تقریر کی اجازت نہیں جو جذبات سے کھیلتا، شعلے اگلتا اور آگ برساتا ہے۔

یہ سحر آفریں اور جادو بیاں خطیب جب مدینے کی بستی سے علم و عمل کے بیکراں سمندر سے ایک وافر حصہ سمیٹ چکا تو وطن واپسی کا قصد کیا یونیورسٹی کے چانسلر نے مادر علمی میں تدریس کی پیش کش فرمائی تو وطن کی محبت تڑپ بن کے دل و دماغ پہ محیط ہوگئی اور معذرت فرمالی کہ وہ اپنے گلی کوچوں کو معرفتِ علوم حدیث سے فیروزاں کرنا چاہتا تھا۔ سو پلٹ آیا اور چینیانوالی مسجد لاہور میں داد خطابت دینے لگا۔

چینیانوالی مسجد کے درو بام:

تمہیں یاد ہی ہوگا کہ وہ شعلہ نوا خطیب جب نو آموز تھا تو تیری انتظامیہ اس نوجوان کو رکھنے پہ جھجک رہی تھی۔ وہ تیری تاریخی ہیبت سے لرزاں تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ وہ جگہ جہاں شاہ اسماعیل شہید نے خطابت کا جادو جگایا ہو۔ وہاں اک نو آموز نوجوان شخص کیسے چل سکے گا مگر انہوں نے ایک خطبہ جمعہ کا "رسک" لینا منظور کرلیا۔ ہاں مگر صرف ایک خطبہ جمعہ! یہ ان کی تاکید تھی۔ اور پھر تو جانتی ہے ناں کہ تیرا وہ وسیع دامن جو کبھی بھر نہ سکا تھا اس ضیغم کی خطابت کی تاثیر سے تنگیٔ داماں کے شکوے کرنے لگا اس کی خطابت نے تیری کایا پلٹ دی تجھے خوب یاد ہوگا کہ تیرا اندرونی حصہ، برآمدے، ٹونٹیوں والا حصہ، تیرے صحن سے متصل دو منزلہ لڑکیوں کے ہائی اسکول کے تمام کمرے اور اس پاس کی گلیاں ہجوم آدم سے بھر جاتیں اور لوگ بارہ بجے کا خطبہ سننے کیلئے دس بجے ہی پہلی صفوں میں ڈیرہ ڈال لیتے اور یہ بھی کیا خوب رہی کہ صرف ایک جمعہ اتنا پھیلا کہ شہادت تک ختم نہ ہوسکا۔

سرزمینِ پاکستان

پہ اس شہنشاہ خطابت کی پہلی عید تھی اور سیاسی فضا میں عجیب حبس تھا۔ حکمرانوں کے جبر قرون اولٰی کے فرعونوں کو شرمار ہے تھے۔ ہر شعلہ نوا کی صدا پہ پابندی تھی اور ہر جانثار کی ادا پہ پابندی تھی جمہوریت کو تقدس مآب گائے سمجھ کر پوجا کرنے والے پجاری جانے کہاں کہاں دبکے پڑے تھے۔ ایسے میں جب زنجیر و زنداں کی فصل ہر درو دیوار سے اگتی محسوس ہو رہی تھی تو یہ نوجوان اٹھا اور ایسی گھن گرج کے ساتھ بولا کہ سہمے ہوئے دل شیر ہوئے۔ خوف میں لپسے ہوئے چہرے زعفران کی طرح کھل اٹھے اور یہی وہ تاریخی خطبہ تھا کہ جس کو سن کر وادی خطابت کے سکہ بند اور یکتائے روزگار خطیب شورش کاشمیری نے کہا تھا۔

"میں خود بھی فن خطابت میں بہت زیادہ دسترس رکھتا ہوں مگر میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ احسان الٰہی اگر تم آئندہ سے خطابت چھوڑ بھی دو تو تمہاری صرف اس ایک تقریر سے تمہیں برصغیر پاک و ہند کے چند بڑے خطیبوں میں شمار کیا جائیگا"۔

اور میاں عبدالعزیز مالا[illegible] نے شورش ہی کی معیت میں فرمایا تھا

"ہندوستان کے بڑے بڑے خطیبوں اور سیاستدانوں کی معرکۃ الآرا تقاریر اکٹھی کی جائیں تو ان میں جو تقریر سرفہرست رکھی جائے گی وہ یہی ہو گی"۔

اور تاریخ جانتی ہے کہ یہ نرا خطیب ہی نہ تھا بلکہ جرأت کے سانچے میں ڈھلا ایسا بے خوف آدمی تھا۔ اس نے حق بات تہہ تیغ وہ دار برملا کہی اور ڈنکے کی چوٹ کہی علامہ صاحب شمشیر برہنہ بن کے حکمرانوں کے سروں پہ مسلط رہے۔ زندگی کی کوئی ایسی تقریر بھی ڈھونڈے سے نہ ملے گی کہ جابر سلطان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر حق بات نہ کہی ہو۔ آپ نے متعدد بار ضیاء الحق کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

کہ جنرل ضیاء الحق ہم نے تحریک نظام مصطفیٰ میں قربانیاں چہرے بدلنے کیلئے نہیں دی تھیں بلکہ نظام بدلنے کیلئے دی تھیں جنرل صاحب ہم نہ حلیف اقتدار ہیں نہ حریف اقتدار ہیں ہم اہلحدیث ہیں ہم اس ملک میں صدیوں سے حکومت الٰہیہ کے قیام کیلئے ماریں کھا رہے ہیں۔ ہمارا مقصد ایک ہی ہے کہ اس ملک میں مکمل اسلام نافذ ہو۔ جنرل ضیاء الحق صاحب اگر آپ اسلام نافذ کردیں تو آپ کی چاکری ہمارے لئے باعث عزت وافتخار ہوگی ورنہ سن لو! جو ہاتھ بھٹو کی گولیوں کا رخ موڑ سکتے ہیں وہ آپ کے ٹینکوں کا رخ بھی موڑ سکتے ہیں۔

چڑھتے سورج کو بھی بھلا کوئی روک سکا ہے؟

تحریک نظام مصطفیٰ کے تمام قائدین پس دیوار زنداں جا چکے تھے۔ نواب زادہ نصر اللہ خاں اور اس کے تمام جانشین بھی گرفتار ہو چکے تھے۔ خوف ہراس، پکڑ دھکڑ، تشدد، گولی اور لاٹھی چارج کے حربوں نے صورت حال کو انتہائی سنگین بنا دیا تھا۔ وحشت کے اس دور میں اہلحدیث کا فرزند جلیل، وطن کا جیالا اور اسلام کا بے باک سپاہی احسان الٰہی قیادت کا پرچم تھام کے نکلا اور میدان وغا میں ڈٹ گیا۔ علامہ صاحب کے ولولہ انگیز اور باطل شکن بیانات بی بی سی لندن (B.B.C L) وائس آف جرمنی، وائس آف امریکہ، وائس آف جاپان، اور قاہرہ ریڈیو اسٹیشن سے بار بار نشر ہوئے۔ لاہور میں کرفیو نافذ ہوگیا۔ شہر میں ملٹری کا کنٹرول ہوگیا جمعہ کے وقفے کیلئے صرف ایک گھنٹہ کرفیو اٹھایا جاتا۔ قومی اتحاد مسجد شہداء لاہور میں نماز جمعہ ادا کرنے کا اعلان کر چکا تھا۔ ادھر پولیس نے کرفیو اٹھنے سے قبل ہی مسجد کا گھیراؤ کر لیا۔ علامہ صاحب کی گرفتاری کے وارنٹ جاری ہو چکے تھے اور خطبہ جمعہ کیلئے آپ کے نام کا اعلان بھی ہو چکا تھا۔ دیکھنے والے سیاسی ابتری کے اس حبس زدہ ماحول کو دیکھتے اور علامہ صاحب کی جرات رندانہ کو دیکھتے۔ ان حالات میں ان کیلئے فیصلہ کرنا مشکل تھا۔ عوام اسی مصائب کی دیوار سے جھانک کے دیکھ رہے تھے اور مایوسی کی لہر دل و دماغ میں سرایت کر رہی تھی۔ ادھر کبھی نہ جھکنے والا مجاہد، جبر سلطان کے ہتھکنڈوں کو پچھاڑنے میں مصروف تھا۔ اس نے اپنے قیمتی لباس کو اتارا اور ایک بھکاری کا بھیس بدل لیا۔ اسی بھیس میں وہ پولیس کی عظیم نفری کے درمیان سے ہوتے ہوئے مسجد کے منبر تک پہنچے۔ بھیس اتارا اور اصلی احسان الٰہی منبر رسول پہ جلوہ افروز ہوگیا۔ سامعین علامہ صاحب کو اپنے سامنے پا کر حیرت زدہ رہ گئے آپ نے اپنے روایتی گھن گرج سے کام لیتے ہوئے پولیس کو مخاطب کیا اور فرمایا تمہارے اتنے بڑے حصار سے نکل کر یہاں پہنچ چکا ہوں۔ حکومت کو للکارتے ہوئے فرمایا تمہارا جبر و تشدد، تمہارا لاٹھی چارج اور تمہارا آنسو گیس، تمہاری یہ گولیاں، تمہارے یہ ٹینک اور تمہاری یہ اسلحہ کی نمائش ہمارے راستے میں رکاوٹ نہیں بن سکتی ہم زندگی کی بازی لگا کر بھی رسول اللہ کے پرچم کو سرنگوں نہیں ہونے دیں گے۔ تمہاری کوئی سکیم اور کوئی سازش نہیں چلنے دی جائیگی۔

بے باک صحافی:

یہ ہونہار طالب علم اور سحر بیاں خطیب جب کوچہ قلم میں وارد ہوتا ہے تو پھر دنیا اس کے قلم کے معجزے دیکھنے سے عاجز نظر آتی ہے۔ وہ شخص جس کی راتیں ہزاروں دلوں میں دھڑکنیں تقسیم کرتے بیتتی ہوں جس کے ایام بیشمار سیاسی مشاغل میں کٹتے ہوں جس کے ماہ و سال غیر ممالک کے دوروں میں کٹتے ہوں۔ وہ اپنی جماعت کو پہلی مرتبہ سیاسی پلیٹ فارم پہ نا صرف منظم کر رہا ہو بلکہ اسے ایک ناقابل تسخیر قوت میں بھی ڈھال رہا ہو۔ وہی شخص قلم و قرطاس کی منزلوں کو بھی پالے اور یوں کہ پھر اپنا مقام بھی منفرد و ممتاز ہی رکھے کسی انسان کے بس کا کام تو نہیں لگتا مگر دنیا جانتی ہے کہ وہ اس وادی پرخار کی آبلہ پائی سے

آپ نے بیشتر کتب عربی زبان میں تحریر فرمائیں جو لاکھوں کی تعداد میں چھپ کر پورے عالم اسلام میں طواف کر رہی ہیں۔ اور بعد ازاں ان کے اردو تراجم آپ نے خود فرمائے اور یہ بھی اردو دان طبقہ نے ہاتھوں ہاتھ لئے

یوں سرخرو ہو کے نکلا کہ اگر شاعر کہتے تو یوں کہ

کودا تیرے گھر میں کوئی یوں دھم سے نہ ہوگا
جو کام کیا ہم نے رستم سے نہ ہوگا

آپ کی مضمون نویسی اور شوق صحافت زمانہ طالب علمی میں ہی خوب نکھر کر سامنے آچکی تھی۔ مدینہ یونیورسٹی میں تعلیم کے دوران ہفت روزہ دلیل، نہار، اقدام، الاعتصام، چٹان اور دیگر علمی و ادبی رسائل میں ان کے گوہر بار قلم سے نکلے ہوئے شہ پارے شائع ہوتے رہے۔ مراجعت وطن کے بعد ہفت روزہ الاعتصام کی ادارت سنبھالی۔ یہاں یہ بات بھی تعجب خیز ہے کہ عنفوان شباب میں آپ نے ایک معیاری علمی و دینی مجلّہ کی ادارت کمال احتیاط اور سنجیدگی سے سنبھالی آپ نے الاعتصام کی آبیاری

پہنچنے سے کی۔ بعدازاں ہفت روزہ اہلحدیث کی ادارت سنبھالی، تاریخ خوب واقف ہے کہ آپ کے اداریئے، شذرات اور علمی مقالات نے ہفت روزہ اہلحدیث کو چندے آفتاب چندے ماہتاب بناڈالا اور یوں اسے ایک نہایت وقیع اور معیاری ہفت روزہ بنادیا۔ ان مجلات کیساتھ ساتھ آپ نے ایک نیا مجلہ جاری فرمایا "ترجمان الحدیث" (جو آپ اب ہاتھوں میں تھامے ہوئے ہیں) اور حق تو یہ ہے کہ آپ کے اداریے سیاسیات، حالات وظروف، کے فاضلانہ تجزیئے۔ عالمانہ گرفت، اظہار رائے میں جرأت، زبان و بیان میں رعنائی، تحریر میں فصاحت و بلاغت وشیرینی اور ادب و انشا کی آمیزش سے اپنی مثال آپ تھے۔ اس کے علاوہ آپ نے پندرہ سے زائد کتابیں تصنیف کیں جو اپنی علمی حیثیت اور جداگانہ اسلوب کی وجہ سے ایک بلند مقام کی حامل ہیں۔ آپ نے بیشتر کتب عربی زبان میں تحریر فرمائیں جو لاکھوں کی تعداد میں چھپ کر پورے عالم اسلام میں طواف کررہی ہیں۔ اور بعدازاں ان کے اردو تراجم آپ نے خود فرمائے اور یہ بھی اردو دان طبقہ نے ہاتھوں ہاتھ لئے۔

پھر یوں ہوا کہ اس بے مثال خطیب کو خاموش کرانے کا شیطانی منصوبہ بنالیا گیا۔ وہ آواز جو کسی جابر کے دباؤ سے دب نہ سکی اس کو ہمیشہ کیلئے پامال کروینے کیلئے اسے خون میں نہلا دینے کی خوفناک سازش تشکیل دی گئی اور یہ اس کیلئے کوئی نہیں بات تو نہ تھی وہ تو خود شہادت کا متلاشی تھا۔ فضائے بسیط میں اس کے الفاظ آج تلک محسوس کئے جاسکتے ہیں۔ کہ اس نے ہزاروں افراد کے سامنے کہا تھا۔

"سنو میں نے یہ عزم کیا ہوا کہ اِنّ صلاتی ونسکی و محیای و مماتی للہ رب العلمین.

او! مرتو سارے جاتے ہیں کبھی کوئی زندہ رہا ہے؟ جو شہادت کی موت نہیں مرتا وہ ہسپتالوں میں جاکے مرجاتا ہے۔ کوئی ٹرک کے نیچے آکے مرجاتا ہے اللہ ہم تجھ سے موت مانگتے ہیں تو ہم کو شہادت کی موت عطا فرما۔ موت تو وہ ہے کہ جب خدا حشر میں پوچھے کیا لے کے آئے ہو؟ تو کہیں اللہ گناہ تو بہت ہیں لیکن ان گناہوں کو شہادت کی چادر میں ڈھانپا ہوا ہے۔ اس سے خوشگوار موت کیا ہے؟

> اس لئے کہ پھر اس عظیم خطیب کی یاد ہمارے دلوں پہ بجلیاں بن کے برستی ہے۔ پھر ہمیں اس کا سراپا یاد آجاتا ہے پھر وہ ہزاروں دلوں پہ بیتنے والی کیفیتیں ادھ موا کردیتی ہیں۔ پھر پھولوں میں رعنائی نہیں رہتی پھر یوں لگتا ہے جیسے بہار سے ہمیں کوئی علاقہ نہ ہو۔ پھر جینا اک بوجھ لگتا ہے

اللہ نے اپنے بندے کی خواہش کو پورا کردیا۔ چاہئے بھی تو ایسا ہی تھا کہ اس قدر شان دار زندگی اگر دی تھی تو موت بھی اس کے شایان شان ہی ہونا چاہئے تھی۔

وہ 23 مارچ 1987ء کا دن تھا، عشاء کے بعد کا وقت اور قلعہ لچھمن سنگھ لاہور کا مقام۔ سیرت النبیؐ اس کا موضوع تھا کہ جس کو بیان کرتے وقت اس کے چہرے پہ عقیدت کی عجیب چمک ہوا کرتی تھی۔ یہی تو اس کا محبوب موضوع تھا کہ مدینے والے کی محبت میں وہ اس قدر غرق تھا کہ اس کے انگ انگ سے عقیدت ومحبت کی پھوار پھوٹ پڑتی۔ وہ اس جذب سے تقدیس رسالت کو بیان کرتا کہ فضا میں اک خوشبو سی بھی محسوس ہوتی تھی۔ مگر آج وہ تھکا تھکا سا دکھائی دیتا تھا: ناصرف یہ کہ وہ مسلسل اسفار سے چور چور ہو چکا تھا بلکہ طبیعت بھی ناساز تھی۔ مگر ہجوم عاشقاں ان کو سننے کیلئے ٹوٹا پڑا تھا۔ پھر وہ اپنی زندگی کی آخری تقریر کرنے کیلئے مائک کے سامنے آیا تو زندگی بھر کے رفیق مولانا حبیب الرحمن یزدانی صاحب جو تقریر فرماچکے تھے گھر جانے لگے تو انہوں نے روک لیا اور وہ یادگار جملہ بولا کہ جو بعد میں الہامی ثابت ہوا کہ "یزدانی صاحب تشریف رکھیں اکٹھے ہی جائیں گے" یزدانی صاحب بیٹھ گئے کس دل کو پتہ تھا کہ زندگی بھر کی رفاقت اب موت میں بھی ثابت ہوکے رہے گی۔ اور کب معلوم تھا اس ضیغم ملت کو کہ جب اس نے چینیانوالی مسجد میں خطبہ جمعہ دیتے ہوئے کہا تھا

"آج یہاں یہ آخری خطبہ جمعہ ہے اس کے بعد ہم انشاء اللہ راوی روڈ میں جمعہ پڑھا کریں گے" کہ واقعتاً وہ جمعہ آخری جمعہ ثابت ہوا۔

خطاب اپنے اختتام کو پہنچنے والا تھا اور خطیب بھی .... پھر یہ شعر ان کی زبان پہ آیا

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ
مومن ہے تو بے تیغ ....

اور اس "بے تیغ" کے لفظ پہ گلدستہ میں موجود بم چل گیا اور شعر مکمل نہ ہوسکا۔ وہی جگہ جہاں چند لمحے پہلے سیرت کی خوشہ چینی ہورہی تھی اب خون کی ندیاں بہہ رہی تھیں سو سے زائد افراد زخمی ہوگئے۔ قیامت بپا ہوگئی کہرام مچ گیا۔ افراتفری کا اک قیامت خیز اور ہوش اڑا دینے والا منظر تھا دیکھنے والوں نے اس سے قبل ایسا ہولناک منظر نہ دیکھا تھا لوگ اس بطل جلیل پہ دیوانہ وار جھک گئے مگر جونہی اس استقامت کے پتلے کو ہوش آیا تو زبان پہ بے اختیار یہ جملہ نکل گیا

"مجھے چھوڑ دو اور یزدانی صاحب کا پتہ کرو" آہ کہ اس جانکنی کے عالم میں بھی ساتھیوں کا اس قدر خیال

اب کہاں وہ پراگندہ طبع لوگ

افسوس کہ ... سے صحبت نہیں رہی
آپ کے جسم کا 33% حصہ بم کے پارچوں سے اڑ گیا۔ بائیں آنکھ بھی ضائع ہوگئی مگر حوصلے اور کمال ضبط کا یہ عالم تھا اسی گھن گرج سے گفتگو کرتے رہے۔ باقاعدہ پریس بیان بھی جاری فرماتے رہے۔ مولانا اسلم سیف (مرحوم) ''علامہ احسان الٰہی ظہیر ایک عہد ایک تحریک'' میں لکھتے ہیں کہ

جب میں نے علامہ صاحب کی کیفیت دیکھی تو میں اپنے جذبات ضبط نہ کر سکا اور آنکھوں سے بے ساختہ آنسو رواں ہوگئے میں سوچ رہا تھا کہ ناز و نعم میں پلے ہوئے اس انسان کو کس قدر تکلیف پہنچی ہے اور اس کی دلیری اور استقامت کی یہ کیفیت ہے کہ جزع فزع کی بجائے ہر عیادت کنندہ سے دعا کی درخواست کرتا ہے میں کمرے میں ہجوم دیکھ کر باہر کھڑا روتا رہا۔ انہوں نے اس تکلیف اور شدید زخموں کے باوجود مجھے اپنے روایتی گھن گرج میں فرمایا قاضی صاحب اندر آؤ جب میں نے قریب ہو کر ان کے زخموں کو دیکھا تو میری کیفیت برداشت سے باہر ہوگئی علامہ صاحب فرمانے لگے ''تم خود روتے ہو اوروں کو کیسے چپ کراؤ گے اور ساتھ ہی فرمایا ان کو رونے دھونے سے روکو اور میرے کتاب وسنت کے جاری کردہ مشن کو ہر حال میں جاری رکھو۔ ساتھیوں سے صاف صاف کہہ دو کہ کتاب و سنت کے مشن کیلئے کسی قربانی سے دریغ نہ کریں۔

ہاں یہی تو اخلاص اور قرآن وسنت کے مشن سے لگاؤ تھا کہ جس نے اس مردِ حق کو ہمیشہ کیلئے امر کر دیا۔ وہ جب تک زندہ رہا ہزاروں دلوں میں دھڑکن کی طرح تھا اور جب چل بسا تو یوں لگا گویا عالم اسلام میں خون کی مانند محوِ گردش تھا۔ اس لئے کہ نہ صرف وہ پاکستان میں ہر طبقہ ہائے زندگی کو غمزدہ و اداس کر گیا بلکہ خطہ ارضی میں بسنے والا ہر مسلمان شخص دل پکڑ کے رہ گیا۔ گویا وہ ایک چاندنی کا وجود تھا کہ اس کے عدم سے ہر جا اندھیرا سا پھیلا دکھائی دینے لگا۔ غم و اندوہ کی یہ لہر دلوں کے ساحل سے

اطمینان وسکون کی ہمہ نوع متاع ... جاندنی آ ... ذرا نظر بار یک بیں سے دوں کی کھیتیوں پہ چھا جانے والے غم کے بادلوں کو دیکھتے چلیں۔ ایک افریقہ کے باشندے کا تاثر یوں تھا ''عالم اسلام ایک بہت بڑے مبلغ اور خطیب سے محروم ہوگیا اور جب قاتلوں کی گرفتاری سے متعلق بات ہوئی تو ایک ہندی دل کے پھپھولے یوں پھوڑنے لگا ''تم قاتلوں کی بات کرتے ہو میں کہتا ہوں اگر بالفرض پاکستان کے تمام لوگ اس حادثہ میں ملوث ہوں اور انہیں قصاص میں قتل کر دیا جائے تو بھی علامہ کی قیمت پوری نہ ہوگی۔ ایک فلسطینی نژاد امریکی کہہ رہا تھا ''تم نے ان کی قدر ہی نہیں کہ جب وہ امریکہ جاتے تھے تو جدید اسلحہ سے مسلح بیس پچیس نوجوان ان کے ساتھ ساتھ رہتے حتی کہ وہ دوبارہ طیارے میں سوار ہو جاتے ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ امریکی ریاست میں ایک تبلیغی جلسہ سے علامہ صاحب کو خطاب کرنا تھا ہمیں خفیہ اطلاع ملی کہ بعض مخصوص افراد علامہ صاحب پر قاتلانہ حملہ کرنے کا ارادہ کئے ہوئے ہیں۔ ہم فوراً ہوشیار ہو گئے سٹیج پر مسلح نوجوان کھڑے رہے اور کئی مجمع عام میں پھیل گئے الحمدللہ خیریت رہی۔ (علامہ احسان الٰہی ظہیر از مولانا اسلم سیف فیروزپوری)

زخمی ہونے کے فوراً بعد سعودی عرب اور عراق جیسے برادر اسلامی ملکوں نے اپنے ہاں علاج کی پیش کش کر دی۔ غور و خوض کے بعد سعودی عرب کی ترجیح دی گئی اور عراق سے معذرت کر لی گئی ایک خصوصی طیارے کے ذریعے آپ کو سعودیہ پہنچا دیا گیا۔ جہاں انہیں ریاض میں ملٹری ہسپتال داخل کروا دیا گیا وہاں ماہر امریکی ٹیم آپ کے علاج کیلئے سرتوڑ کوششیں کر رہی تھی۔ ادھر 29 ہزار مساجد میں ہزاروں لاکھوں ہاتھ اشکوں کی معیت میں اس مردِ حق آگاہ کی صحت کاملہ کیلئے دست بدعا رہے مگر ولن یؤخر اللہ نفساً اذا جاء اجلھا کہ جب وقت معین آ پہنچے تو پھر لمحہ بھر کی تاخیر بھی روا نہیں رکھی جاتی سو 30 مارچ کی صبح کو آپ کی روح جسد خاکی سے پرواز کر گئی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

تو اے 23 مارچ! تو نہ آیا کر

اس لئے کہ پھر اس عظیم خطیب کی یاد ہمارے دلوں پہ بجلیاں بن کے برستی ہے۔ پھر ہمیں اس کا سراپا یاد آ جاتا ہے پھر وہ ہزاروں دلوں پہ بیتنے والی کیفیتیں ادھ موا کر دیتی ہیں۔ پھر پھولوں میں رعنائی نہیں رہتی پھر یوں لگتا ہے جیسے بہار سے ہمیں کوئی علاقہ نہ ہو۔ پھر جینا اک بوجھ لگتا ہے پھر یوں لگتا ہے کہ

موت اگرچہ موت ہے
زیست موت سے کم نہیں

اور سچی بات تو یہ ہے کہ رنگ پھیکے پڑ جاتے ہیں۔ ہر چیز اپنی دلکشی کھو دیتی ہے۔ پھر گولیوں کی تڑتڑاہٹ بھلی لگنے لگتی ہے پھر بموں کے دھماکوں سے ڈر نہیں لگتا۔ پھر یوں لگتا ہے گویا کچھ بھی نہ بچا ہو۔ تو اے 23 مارچ باز آ جا ہزاروں آنکھوں کو اشکبار نہ کیا کر۔ ہزاروں دلوں کی مسرتیں نہ چھینا کر ہماری زیست کو موت سے بدتر نہ کیا کر ہاں تو نہ آیا کر، نہ آیا کر۔

(اولٰئک ابائی فجئنی بمثلھم)

بقیہ: عبادت کا فائدہ

میں وقت نہ گزار۔ میں تیرے رزق کا ضامن ہوں لہٰذا تو رنج ومشقت میں نہ رہا کر مجھے ڈھونڈ تو مجھے پالے گا، اگر تو نے مجھے پالیا تو سمجھ لے کہ تو نے سب کچھ پالیا، اور اگر میں ہی تجھ سے رہ گیا تو سب کچھ تجھ سے رہ گیا، مجھے زیادہ محبوب سمجھ کر زندگی گزار۔
اللہ تعالیٰ اسی درس ہدایت کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

آپ کے مال پر غریبوں کا بھی حق ہے
اس کیلئے اپنے عطیات
تنظیم الناصر قدیر یکرز جامعہ عثمانیہ روڈ خانیوال
کے پتہ پر ارسال کریں۔
رابطہ نمبر: 0692-53781